کلامِ ناصر کے انگریزی تراجم، ایک تجزیہ

فیصل کمال حیدری

ABSTRACT:

The international readers get a glimpse of The famous nostalgic poet of Urdu literature, Nasir Qazmi,'s creative work through the English translations of Waqas Ahmad Khawaja, K.c Kanda and Basir Sultan Qasmi and Dav Jani Chitterji's remarkable efforts. Due to its specific form, Ghazal has always proved to be a great challenge for the translators. However keeping in view the penetrating power of Nasir's poetry, the translators turned to him and transferred many of his pieces into English. In his first collection of Urdu translated poetry, waqas Khawaja just translated the gist of NaSir's verses, however, in his later work in collaboration with another reknowned Urdu poet, Iftikhar Arif, he tried to come up with somewhat poetic translation. The same is the case with Dav jani Chitterji. Whereas, k.c kanda has tried to maintain the poetic rhythm of Urdu verses into English, though in this effort, more often than not, his translation go beyond the ST in meaning and word arrangement. The translations prove that Nasir's diction, despite being simple appearantly, is really an uphill task to translate.

ناصر کاظمی بلا مبالغہ اور بلا مقابلہ جدید اردو غزل کا سب سے بڑا نام ہے۔ ناصر کو اگر بیسویں صدی کا میر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ سہلِ ممتنع ، بے تکلفی، شائستگی و شگفتگی، ذاتی غم کا اجتماعی بیان اور عصری شعور، یہ وہ تمام اوصاف ہیں جو میر کی شاعری کا خاصا تھے اور ناصر کی غزل کا افتخار ہیں۔

جب جدید شعرائے اردو ترقی پسندیدیت کے سحر سے نکل کر اپنی شاعری کے لیے کسی مخصوص سمت کا تعین کر

رہے تھے اس وقت ناصر نے غزل کی مضبوطی پر کام کیا اور اس میدان میں وہ کمالات کر دکھائے جن کا دعویٰ بالخصوص بیسویں صدی کے نصف آخر کے شعراء میں کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ناصر کی شاعری میں اداسی، تنہائی، یاد اور عہد رفتگاں وہ استعارے ہیں جو اُن کی شاعری کو ایک خاص مزاج بھی عطا کرتے ہیں اور ناصر کی نفسی کیفیات کے شارح بھی ہیں۔ تقسیمِ ہند اور سقوطِ ڈھاکہ جیسے واقعات نے ناصر کی طبعِ حساس پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ دورِ شباب میں تقسیمِ ہند کا واقعہ ان کی بہارِ نو پر فصلِ خزاں بنا اور 1971ء میں سقوطِ ڈھاکہ زوالِ زیست کا پیامبر ثابت ہوا۔ لیکن یہ دونوں واقعات ناصر کی غزل کو کندن کر گئے۔

اردو غزل کی جدید تاریخ اور تنقیداتِ غزل پر لکھی گئی کوئی کتاب ناصر کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ ان کی غزل کی اسی مضبوطی، پختگی اور مشاقی نے اردو شاعری کے انگریزی مترجمین کو ان کی غزل کی طرف متوجہ کیا۔ اگر ناصر غزل کی بجائے نظم کے شاعر ہوتے تو یقیناً ان کے کلام کے انگریزی تراجم کی تعداد بھی اقبال اور فیض کے تراجم کی طرح کہیں زیادہ ہوتی۔ تاہم ناصر کی غزل کی تاثیر اس قدر مسحور کن ہے کہ غزل کے ترجمے کی مشکلات کے باوجود انگریزی مترجمین ناصر کی غزلیات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔

ناصر کی شاعری کے انگریزی تراجم کے سلسلے کا کا آغاز وقاص احمد خواجہ کی تصنیف Mornings in the Wilderness" ‘‘(مطبوعہ 1988ء) سے ہوا۔ اس انتخاب میں ناصر کی پانچ غزلوں کا ترجمہ شامل ہے۔

اردو شاعری کے انگریزی تراجم کا جائزہ لینے پر یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ غزل کا موثر اور معیاری ترجمہ انگریزی مترجمین کے لیے ہمیشہ ایک بڑی آزمائش رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم نظم گو شعرا کو ہی ترجمے کے لیے چنا گیا۔ وقاص احمد خواجہ بھی ناصر کی غزلیات کے ترجمے میں ایسے ہی مسائل سے دو چار نظر آتے ہیں۔ کہیں لفظی ترجمہ معنوی اثر کو زائل کر دیتا ہے اور کہیں ہیتی عدم مماثلت سے اشعار کی اثر انگیزی جاتی رہتی ہے۔ درج ذیل مثالوں میں یہ مسائل دیکھے جا سکتے ہیں:

'عشق میں جیت ہوئی یا مات
آج کی رات نہ چھیڑ یہ بات
رنگ کھلے صحرا کی دھوپ
زلف گھنے جنگل کی رات
یار کی نگری کوسوں دور
کیسے کٹے گی بھاری رات' (۱)

'Did I win or lose in love?
Don't ask tonight
Her skin ....the sun of open deserts
Like dense jungle nights her hair

The friend's land is a long way off,

And the night between! Unknown to all(2)

قطع نظر اس امر کے کہ وقاص کے ترجمے میں غزل کی ہیئت ملحوظِ خاطر نہیں رکھی گئی، فاضل مترجم ہر لحظہ مصرعہ بہ مصرعہ ترجمے کی کاوشِ ناتواں کی مشکل سے دو چار نظر آتے ہیں۔ ہیئتی مسئلے کے علاوہ ناصر کا اندازِ تخاطب اور تشبیہات و استعارات بھی مترجم کے لیے کڑی آزمائش بن گئے ہیں۔

پہلے شعر میں شاعر نے متکلم کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ اسی طرح اس شعر میں اسم اشارہ 'یہ' کا ترجمہ نہ کر کے وقاص دوسری سطر کو غیر ضروری طور پر مختصر کر گئے ہیں۔

دوسرے شعر میں ناصر نے حسنِ خوباں کا بیان انتہائی روانی کے ساتھ کیا ہے۔ مصرعہ اُولیٰ میں محبوب کا بلاواسطہ تذکرہ نہیں ہے۔ وقاص خواجہ نے 'Her skin' اور 'Her Hair' کے استعمال سے شعر کے تاثر کو صنفی حوالے سے محدود کر دیا ہے۔ محبوب کے حسن کی رعنائی کے لیے اسی مصرعہ میں ناصر دھوپ کا استعارہ لائے ہیں جبکہ وقاص خواجہ کے ترجمے میں ''دھوپ'' ''sun'' ہو گئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سورج مسبب ہے نہ کہ نتیجہ۔ اسی طرح رنگ کا ترجمہ 'Skin' بھی قدرے نامناسب ہے۔ مصرعہ جلد کھلے صحرا کا شمس نہیں تھا۔ چنانچہ بہتر ہوتا کہ اسے یوں ترجمایہ جاتا:

Complexion like the sun-light of a wide desert'

اسی شعر کے دوسرے مصرعے میں نحوی تحریف سے معنوی تاثر یوں بہتر ہوسکتا تھا اور 'Her' کے بغیر بھی بات بن سکتی تھی

Hair, the night of a dense jungle

تیسرے شعر میں استفہامیہ تاثر ترجمے میں زائل ہو گیا ہے۔ ناصر کا منشا یہ تھا کہ محبوب کی نگری دور ہے۔ لہٰذا یہ طویل رات کیسے کٹے گی۔ جبکہ وقاص کا ترجمہ یہ کہتا دکھائی دیتا ہے کہ 'محبوب کی نگری بہت دور ہے۔ درمیان میں رات ہے جو سب کے لیے انجانی ہے۔ ظاہر ہے دونوں معانی اپنی اپنی جگہ مکمل ہیں۔ لیکن ماخذ اور ہدفی متن ہم معانی نہیں۔ اس شعر کے مصرعہ ثانی کا ترجمہ یوں ہوسکتا تھا:

'How would wane the toilsome night'

گویا وقاص احمد خواجہ کلامِ ناصر کے معنوی جوہر کو تو کسی حد تک انگریزی زبان میں منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں البتہ شعریاتِ ناصر کی صَرفی ونحوی بُنت میں جزوی طور پر اور ہیتی مماثلت میں کلیتًا ناکام رہے ہیں۔ نیز معنوی تاثیر بھی اس ترجمے میں بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ یوں یہ ترجمہ عالمی قارئین کو کلامِ ناصر سے متعارف تو کرواتا ہے لیکن ناصر کی غزلیات کی تخلیقیت اور تاثیر ہدفی متن میں منعکس نہیں ہوتی۔

کے۔سی۔ کانڈا کے دو مترجمہ منتخبات ''Urdu Ghazal: An Anthology'' (مطبوعہ 1995ء) اور ''Masterpieces of Modern Urdu Poetry'' (مطبوعہ 1998ء) میں ناصر کاظمی کی بالترتیب پانچ اور چار غزلیات کا ترجمہ ملتا ہے۔ اب تک کے۔سی۔ کانڈا کلاسیکی اور جدید شعرائے اردو کی متعدد

غزلوں کو انگریزی زبان میں ڈھال چکے ہیں۔ شماریاتی اعتبار سے دیگر مترجمین کے مقابلے میں کانڈا نے سب سے زیادہ غزل کے ترجمے کیے ہیں۔ فاضل مترجم قافیہ پیمائی کے اہتمام کی کوشش بھی کرتے ہیں اور مصرعہ بہ مصرعہ غیر مقفّی طریقہ بھی اختیار کرتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ شعری اسلوب کو ہمہ دم ملحوظ رکھتے ہیں۔ ناصر کی غزل کے ترجمے میں بھی یہ صورت دیکھی جا سکتی ہے۔

شعری اسلوب قائم رکھنے کی غرض سے کانڈا بسا اوقات اصل متن سے انحراف بھی کر جاتے ہیں اور کچھ مقامات پر توضیحی صورت یا اضافی الفاظ بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ذیل کی مثال دیکھیے:

زباں سُخن کو سُخن بانکپن کو ترسے گا
سخن کدہ مِری طرزِ سخن کو ترسے گا
نئے پیالے سہی تیرے دور میں ساقی
یہ دور میری شرابِ کہن کو ترسے گا
بدل سکو تو بدل دو یہ باغباں ورنہ
یہ باغ سایۂ سرو و سمن کو ترسے گا' (۳)

'Tongue will yearn for gift of speech, speech for turn of phrase
Poetic meets will stand bereaved off my style and grace
New goblets wheel around, doubtless, in your town,
My old wine will sure be missed, saqi, in your age
Change the gardener if you can, otherwise in vain,
(4)'You'll look for the rose and cypress, and their cooling shade

منقولہ مثال میں جزوی قافیہ بندی ہے جسے مقفّی کے بجائے مسجع کہنا بہتر ہوگا۔ grace, phrase, age میں اور shade جزوی صوتی آہنگ پایا جاتا ہے جو قابلِ تحسین ہے۔ یہ طریقہ اختیار کر کے کانڈا اگرچہ غزل کے ہیتی انتقال پر تو قادر نہیں ہوتے البتہ ہدفی اسلوب کی شعریت ہدفی متن کی تاثیر کو کافی حد تک محفوظ رکھتی ہے۔ تینوں اشعار کا الگ الگ تقابل کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ کانڈا انگریزی شعریات کو نبھانے کے چکر مین مستقل متنی انحراف کے مرتکب ہوئے ہیں۔

پہلے شعر کے ترجمے میں سخن کا معنوی متبادل 'Gift of speech' کے بجائے Gifted/incisive 'speech' کر لیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ سخن کا مطلب محض کلام یا بولنا نہیں ہوتا۔ ہم سخن وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں کسی کے طرزِ کلام کی تعریف مقصود ہو۔ اسی طرح ''Turn of Phrase'' 'بانکپن' کا درست مترادف نہیں ہے۔ بانکپن کے لفظی معنی شوخ، پرکشش اور متاثر کن طرز ادا کے ہیں۔ ''Turn of Phrase'' کا مطلب بانکپن

کے قریب تر نہیں ہے۔ ہدفی محاورہ منفرد طرزِ بیان کے معنی کا حامل ہے۔ معنوی ابلاغ کی حد تک اس محاورہ کا استعمال برمحل قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ہر منفرد طرزِ بیان میں بانکپن نہیں ہوتا۔ مثلاً میر کی انفرادیت، اُن کے اسلوب کا بانکپن قرار نہیں دی جا سکتی۔ یہاں 'Turn of phrase' کے بجائے "Cathy phrase" زیادہ بہتر تھا۔

دوسرے شعر میں "Wheel around" اور "town" متنی انحراف کی صورت ہیں جن کے نتیجے میں مصرعہ اُولیٰ کا مطلب یہ بن جاتا ہے؛ ''تیری بستی میں بلا شبہ نئے پیالے گردش میں ہیں۔''

یہاں بھی معنی کا انتقال جزوی طور پر ہو گیا ہے لیکن اردو شعری متعلقات میں ''ساقی''، دور، بزم یا مئے کدہ کے ساتھ تو استعمال ہوتا ہے، بستی یا نگری کے ساتھ عموماً یہ ترکیب سازی رائج نہیں ہے۔ اسی طرح ناصر کے دونوں مصرعوں میں 'دور' کا لفظ دہرایا گیا تھا چنانچہ صرفی اتباع کرتے ہوئے کانڈا کو بھی دونوں مصرعوں میں age کا استعمال کرنا چاہیے تھا۔ صرفی ونحوی مماثلت برقرار رکھتے ہوئے دوسرے منقولہ شعر کا بہتر ترجمہ یوں ہو سکتا تھا:

True that your age has new goblets, saqi!

Your age would yearn for my old wine

ساقی کا انگریزی مترادف 'Bar-man' ہو سکتا ہے لیکن یہ اردو اور فارسی کے 'ساقی' کی مکمل معنویت کا شارح نہیں ہے کیونکہ یہ خالصتاً مشرقی تصور ہے چنانچہ کانڈا نے بجا طور پر اسے من وعن انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ لیکن پاورق میں اس کی وضاحت کر دی جاتی تو بہتر ہوتا۔

تیسرے شعر میں دوسرے مصرعہ کے تاکیدی تاثر کو بڑھانے کے لیے مصرعہ اُولیٰ کے آخر میں "In Vain" (لا حاصل) کا استعمال کیا گیا ہے۔ اولاً ناصر کے متن میں ایسا کوئی لفظ نہیں۔ ثانیاً اس اضافے کے بغیر بھی ترجمہ ممکن تھا۔ اس شعر کو انگریزی میں یوں ترجمایا جا سکتا تھا:

Replace, if you can, the gardener otherwise

The garden would yearn for Rose and cypress shade

ناصر کی مشہور غزل ''دل میں اک لہر سی اُٹھی ہے ابھی'' کا ترجمہ مقابلتاً بہتر ہے۔ کچھ مقامات پر متنی انتقال کی بجائے معنوی ابلاغ کے پیشِ نظر شعر کا معنی بتا دیا گیا ہے جو کچھ ناقدین کے قریب کمزور ترجمہ شمار ہوتا ہے لیکن اگر ہدفی متن میں ماخذ متن کی تاثیر اور معنوی اعتبار سے منشائے شاعر برقرار رہ جائے تو معنیاتی اعتبار سے یہ ترجمہ معیاری تصور ہو گا۔ دراصل ناصر کی مختصر بحور کا موثر اتباع تو شاید اردو زبان میں بھی ممکن نہیں ہے، کسی اور زبان سے یہ توقع تو اور بھی محال ہے۔ ذیل کی مثال دیکھئے:

'دل میں اِک لہر سی اُٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
شور برپا ہے خانہء دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی

بھری دنیا میں جی نہیں لگتا
جانے کس چیز کی کمی ہے ابھی (۵)

'"A wave-like something stirs my heart
A fresh breeze is blowing across
There is loud uproar within,
Perhaps a wall has fallen apart
What could it be that I lack
The bustling world attracts me not'(6)

پہلے مصرعہ میں "Wave-like something" ' کا استعمال اس امر کا غماز ہے کہ مترجم 'لہر سی' کی تشبیہہ کو نبھانے کی کوشش میں ہے۔ یہ مترادف قدرے غیر واضح ہے۔ اسی طرح "stirs my heart" بھی نحوی اعتبار سے اردو مصرعے کے مطابق نہیں ہے۔ اس مصرعے کا ترجمہ یوں بہتر انداز میں ہوسکتا تھا:

"A sort of wave has stirred in my heart"

اسی طرح دوسرے مصرعہ کو فعل حال جاری میں ترجمہ نہیں ہونا چاہیے۔ شاعر کا منشا یہ نہیں کہ 'تازہ ہوا چل رہی ہے'۔ چنانچہ "A fresh breeze has just blown across" کا طرزِ ترجمہ اختیار ہونا چاہیے تھا۔

دوسرے شعر کا ترجمہ متاثر کن ہے۔ دیوار گرنے کے شور کے لیے "uproar" کی ترکیب قابلِ تعریف ہے۔ اسی طرح تیسرے شعر میں مترجم نے مصرعوں کی ترتیب الٹ دی ہے لیکن ترجمہ بہر حال موثر اور متاثر کن ہے جیسے ہم آواز الفاظ جمع کر کے "Heart, apart, not" کانڈا نے غزل کی ہیت کو نبھانے کی بھی اچھی کوشش کی ہے۔

کمیتی اعتبار سے ناصر کاظمی کی غزل کے تراجم کے ضمن میں اب تک کی اہم ترین کاوش ناصر کاظمی کے فرزند باصر سلطان کاظمی اور دیو جانی چیٹر جی کی 'Generation of Ghazals"(مطبوعہ 2003ء) ہے۔ اس کتاب میں باصر کی چوبیس غزلوں کے علاوہ ناصر کاظمی کی پچیس نمائندہ غزلوں کا انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان پچیس غزلوں کے تراجم میں سے تین باصر اور چیٹر جی کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہیں جبکہ بائیس غزلوں کا ترجمہ چیٹر جی نے اکیلے کیا ہے۔

ترجمہ کی مشترکہ کاوشوں میں لفظی ترجمے کا رنگ غالب ہے۔ جس کے نتیجے میں ناصر کا سہل اسلوب بعض صورتوں میں بالکل سپاٹ ہو گیا ہے۔

'میں نے جب لکھنا سیکھا تھا
پہلے تیرا نام لکھا تھا
میں وہ اسمِ عظیم ہوں جس کو

جن و ملک نے سجدہ کیا تھا
تو نے کیوں مرا ہاتھ نہ پکڑا
میں جب رستے سے بھٹکا تھا‘(۷)

'When I first learnt how to write
First of all I wrote your name
I am he of noble name
to whom Jinns and angels bow
Why did you not hold my hand
When I wandered from the path (8)

فاضل مترجمین نے مطلع میں دونوں مصرعوں میں ''first'' کا استعمال کر کے ترجمے کو بے کیف کر دیا ہے۔ ناصر کے شعر میں پہلے ایک مرتبہ آیا ہے۔ اگر متن سے وابستگی کی بات بھی کی جائے تو بھی لفظی اور معنوی ابلاغ ''first'' کے ایک بار استعمال سے بھی مکمل ہوسکتا تھا۔

دوسرے شعر میں ''He'' کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ ایسی نحوی ساختوں کی صورتوں میں انگریزی نحو کے مطابق اسم صفت سے پہلے 'The' لگا کر مطلوبہ معنی حاصل کیے جاتے ہیں (مثلاً 'تم وہ خوش نصیب آدمی نہیں ہو۔۔۔' اسی طرح 'You are not the lucky man....')

'Noble' کی جگہ 'Sacred' کا استعمال زیادہ بہتر تھا۔ اس لفظ میں پائی جانے والی تقدیس عظمت کے قریب تر ہے۔

تیسرے شعر کے ترجمہ میں مترجمین کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ البتہ جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا گیا، کہ باصر اور چڑجی نے غزلیاتِ ناصر کے ترجمہ میں ہیتی اتباع کی کوشش ہی نہیں کی جس کے باعث کلامِ ناصر کا اثر بری طرح زائل ہوا ہے۔ منقولہ اشعار کا ترجمہ چند معمولی متنی انحرافات کے ساتھ یوں ممکن تھا۔ اس طریقے میں ہیتی اتباع بھی ممکن ہو جاتی:

When I did learn to write
wrote your name in first delight
I am the sacred name to whom
Jinns and angels bowed, downright
Why didn't you hold my hand when,
I got detracted from the site

اس مجوزہ ترجمہ میں قافیہ پیمائی کی غرض سے 'Delight, Downright, Sight' جیسے اضافی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو لفظی التزام یا صرفی حوالے سے منشائے شاعر سے متصادم تصور کیے جا سکتے ہیں۔ البتہ معنوی ابلاغ

کی بات کی جائے تو ان الفاظ وتراکیب سے منشائے شاعر متاثر نہیں ہوتی اور غزل کی ہیئت بھی برقرار رہ جاتی ہے۔

دیوجانی چیٹر جی نے ناصر کی غزلوں کو ان کے آہنگ کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں قافیہ پیمائی کی جزوی کوششیں بھی ملتی ہیں اور ردیف نبھا کر بھی آہنگ برقرار رکھا گیا ہے۔ ردیف نبھا کر غزل کی تاثیر قائم رکھنے کی ایک موثر کوشش 'جب ساون رُت کی پون چلی تم یاد آئے' میں نظر آتی ہے۔ اس غزل میں چیٹر جی اگر مصرعوں کا زمانہ نہ بدلتیں تو بات زیادہ موثر ہو سکتی تھی۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ ناصر یادوں کے دھندلکے میں اپنی خوشیاں تلاش کرتے تھے اور ماضی ان کا سرمایہء زیست تھا۔ ایسے میں اس غزل کو فعل ماضی ہی میں ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ زمانے کی تبدیلی نے غزل کے تاثر کو کسی حد تک زائل کیا ہے۔ اس ایک نکتہ کے علاوہ چیٹر جی کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے۔

'پھر ساون رُت کی پون چلی تم یاد آئے
پھر پتوں کی پازیب بجی تم یاد آئے
پہلے میں چیخ کے رویا اور پھر ہنسنے لگا
بادل گرجا بجلی چمکی تم یاد آئے
دن بھر تو میں دنیا کے دھندوں میں کھویا رہا
جب دیواروں سے دھوپ ڈھلی تم یاد آئے' (۹)

'Once more the moonsoon wind blows and I remember you,
Once more the leafy anklets chime and I remember you
At first I wept aloud, and then began to laugh
Thunder rolls and lightning flashes and I remember you
All day I was lost in the maze of worldly affairs
Now when the sun climbs down I remember you'(10)

'چلی'، 'بجی'، 'چمکی' اور 'ڈھلی' واضح طور پر اس امر کے غماز ہیں کہ غزل میں فعل ماضی کا صیغہ اختیار کر کے باآسانی غزل کو منشائے شاعر کے مطابق ڈھالا جا سکتا تھا۔ دوسرے اور تیسرے منقولہ اشعار میں چیٹر جی کا ترجمہ حال اور ماضی کے درمیان معلق ہو گیا ہے۔ دوسرے شعر کا مصرعہ اُولیٰ ماضی میں ہے اور مصرعہ ثانی حال میں۔ تیسرے شعر میں بھی یہی صورت ہے۔ اگر دونوں اشعار کے مصرع ہائے ثانی بھی فعل ماضی میں ترجمہ کیے جاتے تو منشائے شاعر اور معنوی ابلاغ قائم رہتے۔

مہر افشاں فاروقی کی مرتبہ "Modern Urdu Literature" (مطبوعہ 2008ء) میں ناصر کی تین غزلوں کا ترجمہ شامل ہے۔ یہ تینوں غزلیں دیوجانی چیٹر جی کی مرتبہ "Generations of Ghazals" سے

لی گئی ہیں۔

وقاص احمد خواجہ اور افتخار عارف کے مرتبہ مترجمہ انتخاب "The Modern Urdu Poetry of Pakistan" میں بھی ناصر کاظمی کی تین غزلیات کا انگریزی ترجمہ ملتا ہے۔ یہ ترجمہ بھی وقاص احمد نے کیا ہے۔ البتہ اس ترجمے کی خاص بات یہ ہے کہ فاضل مترجم نے اپنی گزشتہ کاوش کے برعکس اس بار غزل کی ہیت کو برقرار رکھنے کی ایک کوشش ضرور کی ہے۔

گزشتہ اوراق میں "Mornings in the Wilderness" کے حوالے سے وقاص خواجہ کے فنِ ترجمہ پر بات ہو چکی ہے۔ ناصر کاظمی کے تراجم کے سلسلہ میں "Mornings in the Wilderness" میں وقاص نے ناصر کی مختصر بحور کے پیشِ نظر مصرعہ بہ مصرعہ ترجمہ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ "Modern Poetry of Pakistan" میں مصرعہ بہ مصرعہ کے علاوہ ناصر کی طویل بحور کی غزلوں کا ترجمہ چہار مصرعی طریق پر ملتا ہے۔ مثلاً ناصر کی معروف غزل ''گئے دنوں کا سراغ لے کر' کدھر سے آیا کدھر گیا وہ کا ترجمہ مصرعہ بہ مصرعہ نہیں بلکہ ایک شعر کو چار مصرعوں میں انگریزی زبان میں ڈھالا گیا ہے۔ اس ہیئتی اختلاف کے علاوہ ناصر کی غزلوں کا یہ ترجمہ معیاری ہے۔ ذیل کی مثال اس امر پر دال ہے۔

'گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا، کدھر گیا وہ
عجیب مانوس اجنبی تھا، مجھے تو حیران کر گیا وہ
بس ایک موتی سی چھب دکھا کر، بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارہء شام بن کے آیا ، برنگِ خوابِ سحر گیا وہ' (۱۱)

Bearing hints of bygone days
Where did he come from, where did he go?
He was a strangely familiar stranger
He left me in a state of awe
Showing only his pearl-like face
Just playing for me a tuneful song
Like the evening star he came
And like a dream of dawn he left'(12)

ہدفی متن میں اصل متن کا سا آہنگ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ترجمے کی آخری سطر میں 'Left' کے بجائے 'did go' کا استعمال کر لیا جاتا تو قافیہ پیمائی کا تاثر مزید مضبوط ہو جاتا۔

معنوی اعتبار سے بھی یہ ترجمہ موثر اور قابلِ تعریف ہے۔ اسی غزل کا ترجمہ دیو جانی چیٹر جی کی مرتبہ "Generation of Ghazals" میں بھی شامل ہے۔ مذکورہ ترجمہ چیٹر جی اور باصر سلطان کاظمی کی مشترکہ کاوش ہے۔ ذیل میں فاضل مترجمین کا ہدفی متن تقابل کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

Bearing hints of bygone days, from where did she come, where did she go?
A strange and yet familiar stranger, she has left me puzzling
Displaying for a brief moment her pearl-like charms and playing a sweet tune
The one who came like an evening star
Vanished like a dream in early morning
Who knows where?(13)

وقاص خواجہ کے ترجمے میں باصر اور چیٹر جی کے ترجمے کے برخلاف بجا طور پر ''وہ'' کا ترجمہ ''he'' کیا گیا ہے۔ اسمِ تذکیری اس لیے بھی زیادہ موزوں ہے کہ ناصر کے ہاں محبوب کے لئے نسائی صیغہ استعمال نہیں کیا جاتا جبکہ باصر اور چیٹر جی کے ترجمے میں صیغہ تانیثی کے استعمال نے تاثر زائل کیا ہے۔

دوسرے شعر میں وقاص خواجہ نے لفظیاتی آہنگ سے ناصر کے مفہوم کو زیادہ بہتر انداز میں انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ چیٹر جی کے ترجمے کے مصرع ثانی میں The One who کا استعمال غیر موزوں ہے۔ شاعر ''جو'' نہیں ''وہ'' کہہ رہا ہے۔

مجموعی طور پر ناصر کاظمی کی غزل وقاص احمد خواجہ، کے۔سی۔کانڈا، باصر سلطان کاظمی اور دیبو جانی چیٹر جی جیسے مترجمین کی وساطت سے انگریزی زبان میں پہنچی ہے۔ یقیناً ان ہدفی غزلیات کی تعداد کلیاتِ ناصر میں موجود غزلوں سے کہیں کم ہے لیکن اتنی ضرور ہے کہ عالمی قارئین ان مترجمہ غزلیات کی بدولت کلامِ ناصر سے آشنا ہو سکتے ہیں۔۔ یہ ایک عام مسئلہ ہے کہ بعض اوقات مشکل اسلوب کا ترجمہ آسان ہوتا ہے اور سادہ اسلوب مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ یہی معاملہ ناصر کی غزلوں کے ترجمے میں بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ غزلیں جو اردو متن میں اپنی تمام تر سادگی و سلاست اور روانی کے باوصف آسان نظر آتی ہیں ہدفی متن میں اپنا اثر کھو بیٹھتی ہیں۔ یہی سہلِ ممتنع کی معراج ہے۔

حوالہ جات:

(۱) ناصر کاظمی، ''برگِ نے''، کلیات ناصر، لاہور: مکتبۂ خیال، ۱۹۹۷ء، ص ۳۹، ۴۰

(2) Waqas Ahmad Khwaja, ***Mornings in the Wilderness***, Lahore: Sang-e-Meel, 1988, P. 293

(۳) ناصر کاظمی، ''دیوان''، کلیات ناصر، ص ۱۴۷

(4) Kanda, K.C., ***Urdu Ghazals: An Anthology***, Delhi: Sterling Publishers, 1995, P. 339

(۵) ناصر کاظمی، ''دیوان''، کلیات ناصر، ص ۳۶

(6) Kanda, K.C., ***Masterpieces of Modern Urdu Poetry,*** Delhi: Sterling Publishers, 1998, P. 281

(۷) ناصر کاظمی، ''پہلی بارش''، کلیات ناصر، ص ۳۹

(8) Chatterjee, Debjani, ***Generations of Ghazals,*** Bradford: Redbeck Press, 2003, P. 32

۹۔ناصر کاظمی، ''دیوان''، کلیات ناصر، ص ۱۵

(10) Chatterjee, Debjani, ***Generations of Ghazals***, P. 33

(۱۱) ناصر کاظمی، ''دیوان''، کلیات ناصر، ص ۱۴۴

(12) Arif, Iftikhar & Waqas Ahmad Khwaja, ***Modern Poetry of Pakistan***, New York: Dalkey Archive, 2010, P. 135

(13) Chatterjee, Debjani, ***Generations of Ghazals***, P. 42